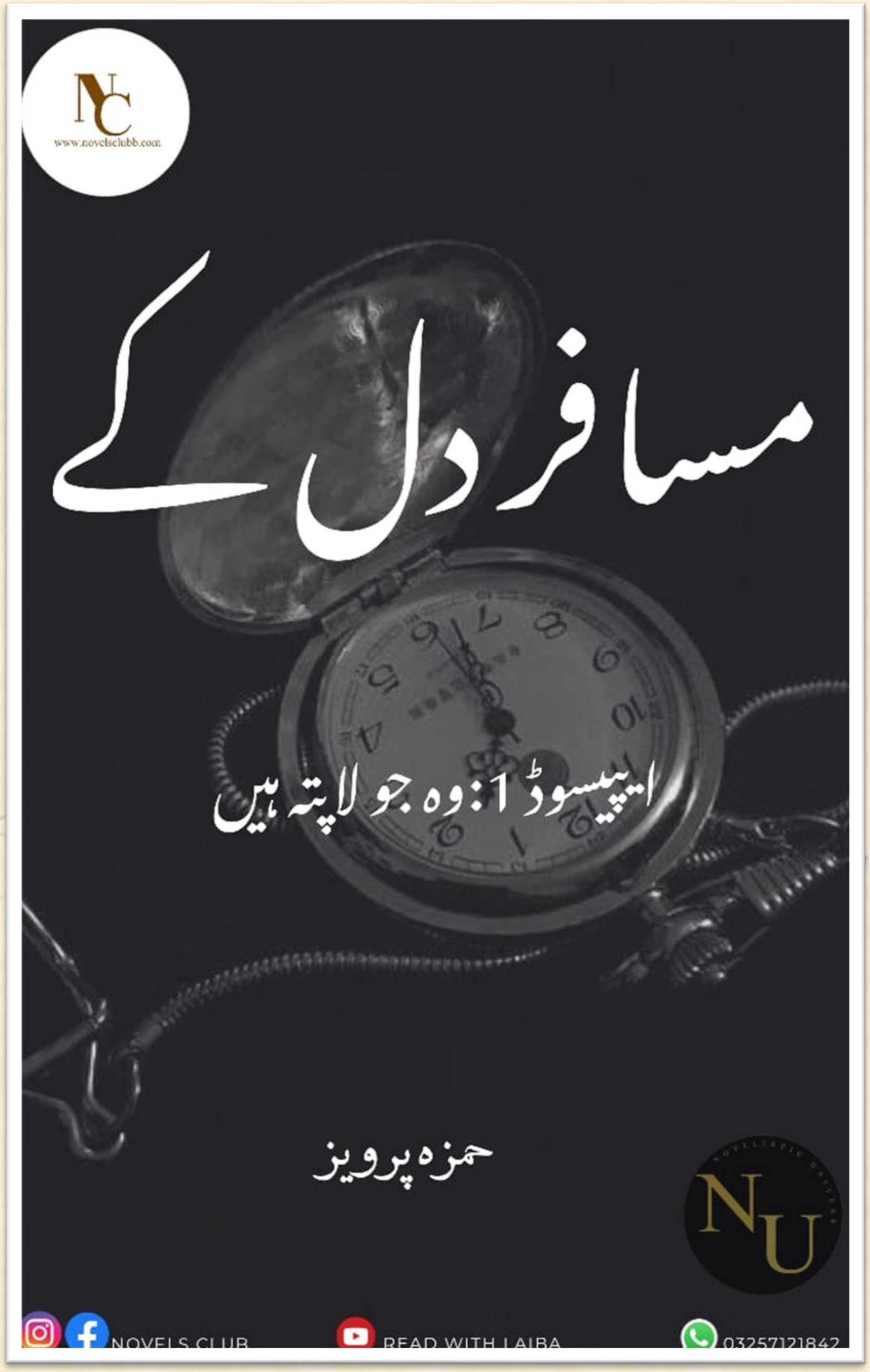
NC
www.novelsclubb.com
مسافر دل کے
ایپیسوڈ 1: وہ جو لاپتہ ہیں
حمزہ پرویز
NU
NOVELS CLUB
READ WITH LAIBA
03257121842

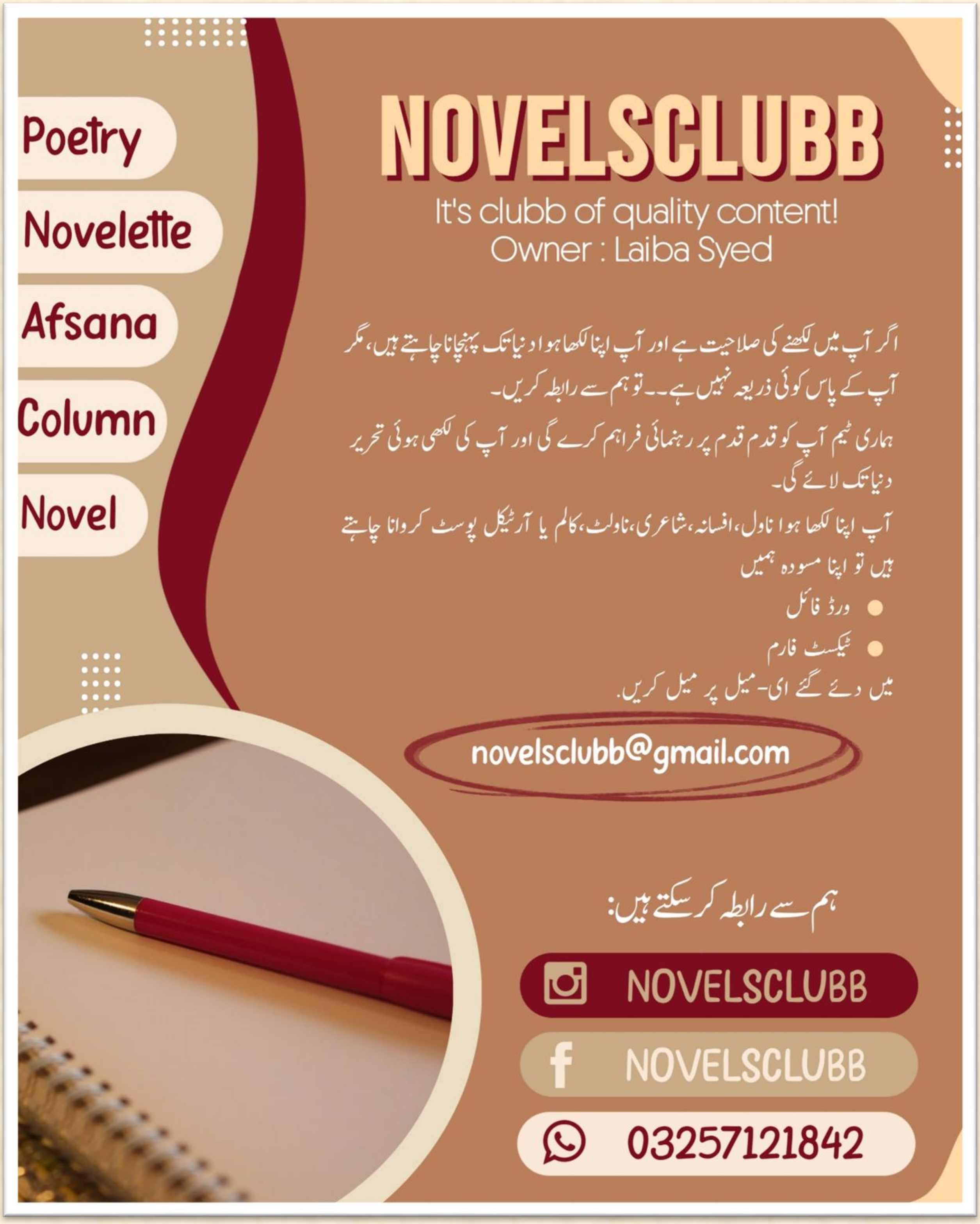

Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel

NOVELSCLUBB

It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں

- ورڈ فائل
- ٹیکسٹ فارم

میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.

novelsclubb@gmail.com

ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:

NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

مسافر دل کے

از قلم

حمزہ پرویز

ناول "مسافر دل کے" کے تمام جملہ حق لکھاری "حمزہ پرویز" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسافر دل کے

از قلم حمزہ پرویز

باب 2: جہاں راستے جُدا ہوئے

لوگ کہتے ہیں کہ کسی ایک کے بچھڑ جانے سے کچھ نہیں ہوتا مگر کیا اُنہوں نے یہ نہیں سُنا کہ۔۔۔۔

"الفُِراقُ أَشَدُّ مِنَ المَوت"

جُدائی موت سے زیادہ سخت ہے۔

مائرہ اور احد کو یہیں چھوڑ کر اب ہم چلتے ہیں 6 سال آگے اُسی آفس میں، جہاں سے ہم آئے تھے۔

30 اگست بروز منگل

"اب تم مجھے سب سچ سچ بتاؤ گے۔۔۔۔۔"

"کیا جاننا چاہتی ہو تم؟"

"یہی کہ مصطفٰی کمال کہاں ہے اور تم گھر کیوں نہیں آتے؟"

"کیا تم گزشتہ دو سالوں سے میرے انتظار میں ماں کے ساتھ رہ رہی ہو؟"

شاید یہ اُس کی خوش فہمی تھی یا غلط فہمی کہ مائرہ اب تک اُس کا انتظار کر رہی ہو گی۔ شاید وہ

نہیں جانتا تھا کہ دو سال کے عرصے میں دن، راتیں، گھنٹے، منٹس اور سیکنڈز کتنے ہوتے ہیں۔

ورنہ دُنیا کو آگے بڑھنے اور کسی کو بھولنے کے لئے ایک منٹ ہی کافی ہوتا ہے۔

“بالکل بھی نہیں۔” وہ ہر سوال کیلئے تیار تھی۔ اب اُسے احد کی ضرورت نہیں تھی۔ مگر ماں کی تھی اور ماں کو احد چاہیے تھا۔

"تو پھر مصطفٰی کمال سے ملنے کیوں آئی تھی؟" وہ چاہتا تھا کہ مائرہ اعتراف کر لے کہ اسے احد کی ضرورت ہے۔

"میں مصطفٰی سے ملنے آئی تھی، احد سے نہیں" اُس نے احد پر زور دیتے ہوئے کہا۔

کمرے میں چند منٹوں کے لئے خاموشی چھا گئی۔

“اب تم مجھے ملواؤ گے مصطفٰی کمال سے۔۔۔؟" اب کی بار اس نے اپنی بات پر زور دیا تھا۔

"تم اُس سے کیوں ملنا چاہتی ہو؟"

“کیونکہ ماں نہیں جانتی مگر میں جانتی ہوں کہ اُن کا بیٹا ایک مُجرم ہے، جو پِچھلے دو سالوں سے پولیس سے چُھپتا پِھر رہا ہے۔” احد نے حیرانی سے مائرہ کو دیکھا۔

“تم نہیں جانتے تو میں ہی بتا دیتی ہوں۔ دو سال پہلے تک سب ٹھیک جا رہا تھا، تمہیں گھر

ناول کلب
Clubb of Quality Content

سے گئے ایک سال گزر چکا تھا، مگر تم ہر مہینے مجھے اور ماں سے ملنے آیا کرتے تھے، اور فون پر ہماری تقریباً روزانہ بات ہو جایا کرتی تھی۔ مگر دو سال پہلے اچانک تم نے ہم سے ہر قسم کا رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے اور ماں نے بہت کوشش کی مگر تم ہمیں نہیں ملے۔ اِس بات کو بھی ایک مہینہ گزر گیا، مگر ہم بے خبر رہے کہ تم کہاں ہو۔" احد بنا پلک جھپکے اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"پھر اچانک سے پولیس نے میرے ریسٹورنٹ کے چکر لگانا شُروع کر دیے۔ چونکہ وہ تمہارے نام پر تھا، اِس لیے اُن کو وہاں تک پہنچنے میں کوئی مشکل نہیں ہوئی اور تب جا کر مجھے پتہ چلا کہ میرا شوہر ایک مجرم ہے۔ جو پولیس سے چُھپ رہا ہے۔ وہ کئی دن میرے ریسٹورنٹ پر آتے رہے۔ جب اُنہیں یقین ہو گیا کہ میرا تم سے کوئی رابطہ نہیں تو اُنہوں نے میرا اور میرے ریسٹورنٹ کا پیچھا چھوڑ دیا۔" اُس نے میرے ریسٹورنٹ پر زور دیا تھا۔

"میرے وہ چند دن جتنی اذیت میں گزرے، تم اُس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ مگر میں اتنی بے حِس نہیں تھی کہ اپنی اذیت کا ساتھی ماں کو بھی بناتی۔ وہ آج بھی اس معاملے سے لاعلم ہیں۔"

"تم نے پوچھا کہ میں اُس سے کیوں ملنا چاہتی ہوں۔ اس لیے کہ میں جاننا چاہتی ہوں۔۔۔۔ میں جاننا چاہتی ہوں کہ جس شخص کا نام تم استعمال کر رہے ہو وہ زندہ بھی ہے یا مار دیا تم نے اُسے۔" اس نے سانس لینے کے لئے وقفے کے ساتھ اپنی بات پوری کی۔

مگر مائرہ کی بات سن کر احد کا رنگ فق ہوتے دیر نہیں لگی۔

"میں بس ایک بار مصطفیٰ کمال سے ملنا چاہتی ہوں۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ماں یہاں تک نہ پہنچے تو تم آج ہی گھر آ کر اُن سے ملو گے۔ اُن کو تسلی دو گے کہ تم مجھے نہیں چھوڑو گے اور ریسٹورنٹ سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ مگر یاد رکھو کہ اب مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ بس تمہارا نام چاہیے ماں کے ساتھ رہنے کیلئے اور اپنے ریسٹورنٹ کیلئے۔" اپنی بات پوری کر کے وہ اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اس کے لہجے میں سرد مہری تھی۔ جس کو وہ بخوبی محسوس کر سکتا تھا۔

احد کیبن کی چیزیں آگے پیچھے کرنے لگا۔ جیسے وہ کچھ ڈھونڈ رہا ہو۔ اس کو مطلوبہ چیز ڈھونڈنے کے لئے زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑی تھی۔ کیونکہ وہ اُسے فائلوں کے نیچے سے مل گئی تھی۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

"رکو۔۔۔" احد نے اُسے پکارا اور تصویر ٹیبل پر رکھی۔ جس میں دو لڑکے کھڑے تھے۔ اس میں ایک تو احد خود تھا۔

"یہ مصطفیٰ کمال ہے مگر ابھی شہر سے باہر ہے۔" اُس نے تصویر میں اپنے ساتھ کھڑے دوسرے لڑکے پر انگلی سے اشارہ کیا۔ وہ احد سے کم عمر لگ رہا تھا اور اُس کے بازو پر پٹی لگی ہوئی تھی۔

"ابھی کچھ دیر پہلے تک تو تم نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہے؟" لہجہ شکّی تھا۔

"کیونکہ مجھے لگا تھا کہ میں تم سے جھوٹ بول سکتا ہوں۔ مگر میں غلط تھا۔ میں تم سے جھوٹ نہیں بول پایا۔" وہ لفظوں کے تیر چلاتا تھا۔ جانتا تھا وہ کہ کسی کو لفظوں میں الجھایا کیسے جاتا ہے۔ مائرہ کے دل کی سختی اس کے لفظوں سے مِٹ جاتی تھی۔ مگر آج مائرہ کو اس کے لفظوں کے جال میں نہیں پھنسنا تھا۔ کیونکہ اُسے سچائی تک پہنچنا تھا۔ اس نے اپنے سوالوں کا سلسلہ جاری رکھا۔

"میں کیسے مان لوں کہ یہ مصطفیٰ کمال ہے؟"

"یہ تو تم اُس سے مل کر ہی جان سکو گی۔ وہ کچھ دنوں تک آجائے گا۔" احد ہر کسی کو

صفائیاں نہیں دیا کرتا تھا۔ مگر وہ کوئی نہیں تھی۔ وہ مائرہ تھی۔ اُس کی بیوی۔ وہ اُس کی ماں کو بھی بتا سکتی تھی کہ اُن کا بیٹا ایک مجرم ہے۔ ماں کو سچائی پتہ لگنے سے بہتر تھا کہ وہ مائرہ کو اس کی تسلی کے لئے مصطفیٰ سے ملوا دے۔

"میں انتظار کروں گی۔" اتنا کہہ کر وہ چلی گئی اور احد اسے جاتے دیکھتا رہا۔

31 اگست

سورج اب مکمل طور پر غروب ہو چُکا تھا۔ اب ہر طرف خاموشی تھی۔ بچے اپنے گھروں کو اور پرندے اپنے گھونسلوں میں جا چکے تھے۔ ایسے میں ایک بینچ پر وہ بیٹھا تھا اور اس کے سامنے ایک آدمی کھڑا تھا۔ محسوس ہوتا تھا کہ دونوں میں کسی بات پر پریشانی چل رہی ہے۔

"مگر میں یہ سب نہیں کر سکوں گا" ہاشم کسی صورت ماننے کو تیار نہ تھا۔ کیونکہ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ کسی کے ساتھ اتنا بڑا جھوٹ بولے۔ احد اُس کے سامنے کھڑا حالات

کی نزاکت کو سمجھانے میں لگا ہوا تھا۔

‘‘دیکھو ہاشم کچھ دنوں کی بات ہے تمہیں میرے گھر رہ کر اُسے یقین دِلانا ہو گا کہ تم ہی مصطفیٰ کمال ہو۔" وہ پریشان لگ رہا تھا۔

‘‘مگر میں ہی کیوں؟" وہ سر پکڑ کر پریشان سا بیٹھا بول رہا تھا۔

"کیونکہ تم نے مجھے جو تصویر تحفے میں دی تھی وہ میرے آفس کے کیبن میں رکھی تھی اور پھر۔۔۔" ابھی بات اس کے منہ میں ہی تھی کہ ہاشم نے اس کو ٹوکا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ احد کا قد بانسبت ہاشم کے تھوڑا لمبا تھا۔

"پھر یہ کہ ہڑ بڑی میں آپ کو کچھ سمجھ نہیں آیا اور وہی تصویر نکال کر اُس کو دیکھا دی۔۔۔ آہ گاڈ۔۔۔" وہ سر پکڑے اِدھر اُدھر چکر کاٹنے لگا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ بھاگ جائے یہاں سے۔

"ہاں کیونکہ اس وقت میرے پاس کوئی دوسرا آپشن نہیں تھا۔ میں اس کو جانتا ہوں، جب تک مصطفیٰ سے نہیں ملے گی وہ یہی سوچتی رہے گی کہ میں نے مصطفیٰ کو مار دیا۔" اُس کی شہد رنگ آنکھوں میں فکر تھی۔

"اور آپ کو اُس کی سوچ کی اتنی فکر کیوں ہے؟" ہاشم نے بے ساختہ پوچھا۔

‘‘کیونکہ وہ میری بیوی ہے۔’’ یک دم دونوں میں خاموشی چھا گئی۔

"آپ نے کبھی بتایا نہیں" ہاشم نے خاموشی کا سکوت توڑا اور قدرے حیرانی سے احد سے پوچھا مگر احد نے جواب نہیں دیا۔

‘‘آپ اُنہیں مصطفیٰ کمال سے ملوا کیوں نہیں دیتے؟" ہاشم نے اگلا سوال کیا۔

‘‘اسی لیے تو یہاں آیا ہوں" احد نے اپنا سِگار لگاتے ہوئے کہا۔

‘‘میں اصلی مصطفیٰ کی بات کر رہا ہوں۔’’ وہ سنجیدہ تھا۔

"اُسے تو میں نے مار دیا۔’’ ہاشم کا رنگ فق ہو گیا۔ وہ مزید کچھ بولنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

6 مہینے پہلے

شام کا وقت تھا۔ سورج ڈوبنے کو تھا۔ آسمان سنہری اور نارنجی رنگوں میں رنگا ہوا تھا۔ ہاشم اپنے کمرے میں بیٹھا کھڑکی سے باہر کے اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا دل عجیب کشمکش کا شکار تھا۔ ایک طرف اس کا خواب تھا کہ وہ کراچی دیکھے۔ وہ شہر جس کے بارے میں ہمیشہ سے سنتا آیا تھا۔ جہاں روشنیوں کا طوفان تھا۔ مگر دوسری طرف اُس کے دل میں ایک عجیب سا خوف بھی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اُس کے والد (عمار صاحب) کیوں اُسے کراچی کی اُن روشنیوں کے حوالے نہیں کرنا چاہتے۔

“کراچی میں کچھ نہیں رکھا ہاشم۔” یہ الفاظ عمار صاحب کئی بار کہہ چکے تھے۔ ہاشم کی سوچوں کا سلسلہ اس وقت ٹوٹا جب اس کا فون بجا۔ یہ اس کے دوست علی کی کال تھی۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

“یار پروگرام فائنل ہے۔ ہم سب تیاری کر رہے ہیں۔ تُم نے انکل سے بات کی؟” علی نے جلدی سے پوچھا۔ ہاشم نے ایک گہری سانس لی۔

“نہیں یار، ابا کو تو میں لاہور کا ہی بتاؤں گا۔ کراچی کا نام بھی لیا تو وہ فوراً انکار کر دیں گے۔”

علی ہنس پڑا۔

“تو بس یہی کرو۔ اُنہیں کہہ دو کہ ہم لاہور جا رہے ہیں ایک ہفتے کیلیئے۔ لیکن دھیان رکھنا انکل کو شک نہ ہو۔”

فون رکھنے کے بعد ہاشم نے خود کو شیشے میں دیکھا۔ کیا وہ واقعی یہ کر سکتا تھا؟۔ کیا وہ جھوٹ بول سکتا تھا؟

“ایک بار دیکھنا تو چاہیے کراچی کو، آخر کیا رکھا ہے اس کی روشنیوں میں۔۔۔” اُس نے خود سے کہا اور مسکراہٹ اس کے لبوں پر واضح ہوئی۔

وہ کمرے سے باہر آیا۔ عمار صاحب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے خبریں دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر وہی سنجیدگی تھی جو ہاشم نے ہمیشہ دیکھی تھی۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ کہ اگر اس نے بات کی تو کراچی کا سنتے ہی ان کی سنجیدگی مزید گہری ہو جائے گی۔ آخر اس نے ہمت کی کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

“ابا؟” ہاشم نے جھجکتے ہوئے کہا۔

عمار صاحب نے نظریں ٹی وی سے ہٹا کر اُسے دیکھا۔

“ہاں کیا بات ہے؟”

‘‘میں، علی اور کچھ دوست لاہور جا رہے ہیں ایک ہفتے کیلئے۔ یونیورسٹی کے بعد تھوڑا گھومنے کا پلان ہے۔ آپ کی اجازت چاہیے تھی۔’’

عمار صاحب نے کچھ دیر اُسے غور سے دیکھا۔ ان کی نظریں جیسے ہاشم کے چہرے پر جھوٹ کی متلاشی تھیں۔

‘‘اچھا ٹھیک ہے لیکن وقت پر لوٹ آنا۔’’ کہتے ہوئے وہ دوبارہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جیسے اب کی بار اس کا جھوٹ پکڑا نہ گیا ہو۔

رات کو ہاشم نے بیگ پیک کرنا شروع کیا۔ دل میں ہلکی سی گھبراہٹ تھی۔ مگر کراچی کی کشش زیادہ تھی۔ اسے یہ سفر کرنا ہی تھا۔ چاہے اسے جوتے ہی کیوں نہ کھانے پڑتے۔ کیونکہ اپنے خوابوں کو اندھیروں کے حوالے کرنا ایک ہمت کا کام تھا اور یہ ہمت اِس وقت ہاشم کے پاس نہیں تھی۔ وہ خوش تھا کہ وہ روشنیوں کا سفر کرنے جا رہا ہے۔ مگر اس بات سے ناواقف تھا کہ یہ روشنیاں اس کا استقبال کس صورت میں کریں گی۔

ناول کلب
Club of Quality Content

کراچی پہنچ کر بھی اُس نے ابا کو نہیں بتایا کہ وہ لاہور نہیں بلکہ کراچی آیا ہے۔ رات کا وقت ہو رہا تھا اور چاروں پیدل گھومنے کے لئے سڑک پر نکل آئے۔ وہ ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ سامنے سے دو موٹر سائیکل آتے دِکھائی دیے۔ اُن کے ہاتھوں میں پِستول تھے۔ وہ اِن کے پاس آکر رُک گئے۔ یہ سب اتنی اچانک ہوا تھا کہ انھیں بھاگنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ باقی تینوں نے اپنے فون اور پیسے نِکال کر ڈاکوؤں کو دے دیے مگر ہاشم اپنا فون دینے سے اِنکاری تھا۔ اُن میں سے ایک نے ٹریگر دُبایا اور گولی ہاشم کے بازو پر لگی۔ جس کی تکلیف میں اس کے منہ سے کراہ نکلی اور موبائل پر گرفت کمزور ہو گئی۔ ان میں سے ایک ڈاکو نے اس کے ہاتھوں پر جھپٹا مارا اور موبائل لے کر وہاں سے نکل گئے۔

ہاشم کے دوستوں کے پاس موبائل تھا نہ ہی پیسے۔ وہ ہر گزرنے والے کو روک کر مدد مانگ رہے تھے۔ رات کا وقت تھا جِس وجہ سے وہاں رَش بہت کم تھا اور کوئی مدد کرنے کو بھی رک نہیں رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں ہی اُن کو دور سے آتی ایک گاڑی دِکھائی دی اُنہوں نے فوراً اُسے روکا۔

رات کے اندھیرے میں وہ تیزی میں گاڑی سے نِکلا۔ اُسکی گہری شہد آنکھیں گلی کی

لائٹس کی مدھم میں چمک رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی اور آنکھوں میں ہمدردی کا عکس تھا۔ ہوا سے اس کے سیاہ بال بکھر رہے تھے اور گندمی رنگت پر رات کی روشنی ایک عجیب سا سکون طاری کر رہی تھی۔ وہ ہاشم کی طرف بڑھا۔

”جلدی سے میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھو۔“ اُس نے ساری صورتِ حال کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ اُس کی آواز گہری اور نرم تھی۔

ہاشم کا ایک دوست بھی اُس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا اور باقی کے دو جلدی سے ہوٹل کی طرف بڑھے تاکہ وہاں سے پیسے لا سکیں۔

ہسپتال جا کر پتہ چلا کہ گولی بس چھو کر ہی گزری ہے۔ زیادہ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ مگر کچھ دن احتیاط کرنی ہوگی۔ کافی منع کرنے کے باوجود بھی ہاشم کا بِل اُسی شخص نے ادا کیا جو اُسے ہسپتال لایا تھا۔ ہاشم واپس اپنے ہوٹل جانا چاہتا تھا مگر اُس شخص کے اِصرار پر اُسی کے ساتھ چلا گیا۔ اُس کا گھر بہت خوبصورت تھا مگر پر سرار لگ رہا تھا۔ اُس میں صرف خالی کمرے ہی تھے جِس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ شخص اکیلا رہتا ہے۔

وہ اُسے گیسٹ روم میں لے آیا۔ باقی لڑکوں سے اُسکا سامان لانے کو وہ پہلے ہی کہہ چُکا تھا۔

"تم یہاں پر جب تک رہنا چاہو رہ سکتے ہو" کمرے سے نکلتے وقت اُس نے کہا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟" ہاشم نے پوچھا۔

"تم مجھے احد کہہ کر پکار سکتے ہو۔"

"میرا نام ہاشم عمار خان ہے۔" اُس نے اپنا نام بتانا مناسب سمجھا۔

"آپ نے میری مدد کی۔ یہ میں کبھی نہیں بھولوں گا اور میرا وعدہ رہا ہے آپ سے کہ جب کبھی بھی آپ کو میری ضرورت پری میں آپ کی مدد کروں گا۔"

"زندگی میں ہم اکیلے کچھ نہیں کر سکتے، ہر انسان کو زندگی کے کسی نا کسی موڑ پر دوسرے کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے، وہ جس کو ہم کبھی جانتے بھی نہیں ہوتے۔ یہ کوئی احسان نہیں ہے بلکہ انسانیت کا تقاضا ہے۔" اتنا کہہ کر وہ باہر جانے کے لیے مڑا۔

"آپ یہاں اکیلے رہتے ہیں؟" وہ نکلنے لگا تھا کہ ہاشم نے پوچھا۔ سوال احد کیلئے تکلیف دہ تھا۔

"ہاں۔" جواب مختصر تھا۔

"کیوں؟" بے ساختہ اُس کے منہ سے پھِسلا اور سوال کر کے جیسے خود ہی پچھتایا۔

”کبھی کبھی تنہائی انسان خود چنتا ہے اپنے لیے اور کبھی زندگی اُسے تحفے میں دے دیتی ہے

“اور اِتنا کہہ کر وہ وہاں سے نِکل گیا۔ ہاشم کو سمجھ نہیں آیا کہ اِس تنہائی کو اس نے خود چنا تھا یا زندگی نے اُسے تحفے میں دی تھی۔

مگر اُسے فرق نہیں پڑتا تھا۔ فلحال اس کو بہت نیند آرہی تھی اِس لیے سونے کیلئے لیٹ گیا۔

صبح کا وقت تھا، اور جب وہ اُٹھا تو احد آفس جا چکا تھا۔ مگر اُسے ناشتہ تیار مل گیا تھا، شاید وہ نوکروں کو پہلے ہی کہہ کر گیا تھا۔ پٹی بازو پر تھی، اور وہ ٹہلتے ہوئے گھر کا جائزہ لینے لگا۔ گھر کے ہر حصے میں سکوت تھا، لیکن یہ سکوت ایک عجیب سی پراسراریت کے ساتھ گونج رہا تھا۔

موسم خوشگوار تھا۔ آسمان پر ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے، اور سورج کی روشنی دھیمے انداز میں زمین پر آرہی تھی۔ ہوا میں ٹھنڈک تھی، اور درختوں کے پتوں سے نرم سی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی، جیسے وہ بھی کچھ کہنا چاہتے ہوں۔ کھڑکی سے باہر پرندوں کی

چہچہاہٹ سنائی دے رہی تھی، اور فضا میں ایک سکون کی لہر دوڑ رہی تھی۔

ہاشم کے دوست ہوٹل میں رہ رہے تھے اور وہ خود اسی گھر میں تھا۔ پانچ بجے کے قریب احد واپس آ گیا۔ اُسے دیکھ کر ہاشم نے گہرا سانس لیا، جیسے ایک طویل دن کے بعد اُسے سکون مل گیا ہو۔ احد اور ہاشم کے دوست FIR درج کروا کر آئے تھے، اور احد کے کچھ روابط کی وجہ سے چور بھی پکڑے گئے تھے۔ گھر آتے ہی اُسے ہاشم کا فون واپس کر دیا، اور دونوں کے درمیان بات چیت شروع ہو گئی۔

ناولز کلب
Club of Quality Content

"آپ مجھے یہاں لے کر کیوں آئے، جب کہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ جا سکتا تھا؟" ہاشم نے پوچھا۔

"کیونکہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ جا سکتے تھے، گھر والوں کے ساتھ نہیں..." احد نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" ہاشم نے پھر سوال کیا۔

"مطلب یہ کہ دوستوں پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے، اجنبی بہتر ہوتے ہیں۔" احد نے مسکرا کر کہا۔

"شاید آپ کا تجربہ دوستی میں بُرا رہا ہے۔" ہاشم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"بہت بُرا اور اُس کے بعد میں نے دوست بنانا چھوڑ دیے۔ تمہیں دیکھ کر مجھے ایک شخص کی یاد آئی، اِسی لیے تمہیں کچھ دنوں کے لیے یہاں رہنے کی اجازت دی۔"

"تو پھر آج سے آپ مجھے اپنا دوست کہہ سکتے ہیں۔" ہاشم نے دوستی کا ہاتھ احد کی طرف بڑھایا۔

احد نے جواباً اُس سے ہاتھ ملایا۔ جس سے دونوں کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اس بات پر ایک تصویر تو بنتی ہے۔" اُس نے نوکر کو بلایا، اور دونوں تصویر بنوانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ ہاشم کا زخم ابھی ٹھیک نہیں ہوا تھا، اور پٹی فوٹو میں بھی دکھائی دے رہی تھی۔

مزید دو دن وہاں رہنے کے بعد اب وہ واپس اپنے گھر جانا چاہتا تھا۔ اس کی گھر والوں سے

بھی بات ہوتی رہی مگر اُس نے اُنہیں کچھ نہیں بتایا۔ رات کو اُس نے احد کو بتا دیا تھا کہ وہ کل جا رہا ہے۔ کیونکہ دن میں وہ گھر نہیں ہوتا تھا۔

مگر جاتے وقت اُسے احساس ہوا کہ اُسے احد کو کوئی تحفہ دینا چاہیے، اِس لئے اُس نے وہی فوٹو ڈیویلپ کروا کر احد کو دینے کا سوچا جس میں وہ دونوں ہنس رہے تھے اور اُس کے بازو پر پٹی لگی تھی۔

وہ فوٹو لے کر اُس کے آفس میں چلا گیا۔ جس کا پتہ اُس نے احد سے فون پر لیا تھا۔ وہاں پر اُس کو تحفہ دیا اور واپسی کے لئے نِکل پڑا۔ احد نے وہ تصویر اُسی وقت نیچے والے ایک کیبنٹ میں رکھ دی۔ البتہ ہاشم سے دوستی کر کے اُسے اچھا لگا تھا۔ اُس کا لاشعوری ذہن سِگنل دے رہا تھا کہ وہ اُس شخص یا اُس جیسے کسی شخص کو جانتا ہے۔

اُس کے بعد اِن 6 مہینوں میں بھی احد اور ہاشم کا آپس میں رابطہ ہوتا رہا۔ ہاشم اکثر اُسے اپنے گھر آنے کا کہتا مگر وہ ٹال دیتا۔

31 اگست کی صبح احد نے ہاشم کو فون کیا کہ وہ اُس سے ملنا چاہتا ہے۔ اگر وہ کراچی آ جائے تو، مگر ہاشم نے اُس سے کہا کہ جو پچھلی بار ہوا تھا اُس کے بعد تو ابا اُسے کبھی کراچی نہیں آنے دیں گے۔ جِس وجہ سے احد کو خود ہی وہاں آنا ہو گا۔ اُس نے ہاشم کو بتایا کہ وہ کل صبح تک وہاں پہنچ آئے گا۔

مگر رات کو جب ہاشم مغرب کی نماز پڑھ کر نِکل رہا تھا تو اُس نے جیب سے فون نکالا تو سامنے احد کا میسج دِکھا جو پندرہ منٹ پہلے آیا تھا۔

"کیا ہم مل سکتے ہیں؟، میں پارک میں بیٹھا ہوں۔"

"ابھی اِسی وقت؟" ساتھ ہی دوسرا میسج بھی آیا۔ مگر وہ تو کل آنے والا تھا، اتنی بھی کیا جلدی؟ ہاشم نے سوچا۔

"میں آ رہا ہوں۔" اس نے مختصر سا جواب دیا۔ چونکہ اُن کے گھر کے قریب ایک ہی پارک تھا۔ اس لئے وہ فوراً سمجھ گیا کہ احد اِس وقت کہاں ہو سکتا ہے۔

جب ہاشم وہاں پہنچا تو احد اُسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور دونوں ایک دوسرے کے گلے لگے۔

"Long Time, Young Man" احد نے کہا۔

"Good to see you again Boss" ہاشم نے اُس سے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"کیسے ہیں آپ؟" دونوں بینچ کی طرف بڑھ رہے تھے جب ہاشم نے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں، تم بتاؤ؟ بہت فٹ لگ رہے ہو۔" احد نے ہاشم کو دیکھتے تبصرہ کیا۔

"آپ بتائیں اِتنی لیٹ کیوں آنا پڑا؟، سب خیریت ہے نا؟" ہاشم نے فکر مندی سے پوچھا۔

"تمہیں کچھ دِنوں کیلئے میرے ساتھ چلنا ہو گا، مجھے تمہاری ضرورت ہے، تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جب کبھی مجھے تمہاری ضرورت پڑی تو تم میری مدد کرو گے۔" اس نے یاد دہانی کرائی۔

"جی مجھے ابھی بھی یاد ہے، آپ بتائیں میں کیا کر سکتا ہوں آپ کے لئے؟" احد کھڑا ہو کر ایک سانس میں ہی اُسے ساری صورتِ حال بتاتا گیا۔ یہ دیکھے بنا کہ ہاشم کا رنگ کیسا پھیکا پڑ رہا

ہے۔

‘‘میں تمہیں اِس نام کا پاسپورٹ اور آئی ڈی کارڈ بھی بنوادوں گا جلد ہی اور تمہیں اُس کے سامنے ایسا دِکھاوا کرنا ہو گا کہ تم ہی مصطفیٰ کمال ہو۔’’

"مگر میں یہ سب نہیں کر سکوں گا۔" ہاشم کسی صورت ماننے کو تیار نہ تھا۔

"دیکھو ہاشم کچھ دنوں کی بات ہے تمہیں میرے گھر رہ کر اُسے یقین دِلانا ہو گا کہ تم ہی مصطفیٰ کمال ہو۔" وہ پریشان لگ رہا تھا۔

‘‘مگر میں ہی کیوں؟" وہ سر پکڑ کر پریشان سا بیٹھا بول رہا تھا۔

"کیونکہ تم نے مجھے جو تصویر تحفے میں دی تھی وہ میرے آفس کے کیبن میں رکھی تھی اور پھر۔۔۔" ابھی بات اس کے منہ میں ہی تھی کہ ہاشم نے اس کو ٹوکا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ احد کا قد بانسبت ہاشم کے تھوڑا لمبا تھا۔

"پھر یہ کہ ہڑبڑی میں آپ کو کچھ سمجھ نہیں آیا اور وہی تصویر نکال کر اُس کو دکھا دی۔۔۔ آہ گاڈ۔۔۔" وہ سر پکڑے اِدھر اُدھر چکر کاٹنے لگا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ بھاگ جائے یہاں سے۔ کیونکہ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی۔ کبھی ایسے کسی کے ساتھ جھوٹ نہیں

بولا تھا۔ اس کو لگتا تھا کہ وہ نہیں کر سکے گا یہ۔

"ہاں کیونکہ اس وقت میرے پاس کوئی دوسرا آپشن نہیں تھا۔ میں اس کو جانتا ہوں، جب تک مصطفیٰ سے نہیں ملے گی وہ یہی سوچتی رہے گی کہ میں نے مصطفیٰ کو مار دیا۔" اُس کی شہد رنگ آنکھوں میں فکر تھی۔

"اور آپ کو اُس کی سوچ کی اتنی فکر کیوں ہے؟" ہاشم نے بے ساختہ پوچھا۔

"کیونکہ وہ میری بیوی ہے۔" یک دم دونوں میں خاموشی چھا گئی۔

"آپ نے کبھی بتایا نہیں" ہاشم نے خاموشی کا سکوت توڑا اور قدرے حیرانی سے احد سے پوچھا مگر احد نے جواب نہیں دیا۔

"آپ اُنہیں مصطفیٰ کمال سے ملوا کیوں نہیں دیتے؟" ہاشم نے اگلا سوال کیا۔

"اسی لیے تو یہاں آیا ہوں" احد نے اپنا سِگار لگاتے ہوئے کہا۔

"میں اصلی مصطفیٰ کی بات کر رہا ہوں۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"اُسے تو میں نے مار دیا۔" ہاشم کا رنگ فق ہو گیا۔ وہ مزید کچھ بولنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔

"اُسے یہ لگتا ہے کہ میں نے اُسے مار دیا مگر میں واقعی نہیں جانتا وہ کہاں ہے پر میں اُس کے آنے کا انتظار بھی نہیں کر سکتا، جب تک وہ واپس آئے گا، تب تک تم وہاں سے واپس آ چکے ہو گے۔" ہاشم بس سُن رہا تھا۔

"دیکھو، میں تمہیں بھی کسی پریشانی میں نہیں ڈالنا چاہتا مگر یہ بہت ضروری ہے۔ مجھے لگتا تھا کہ اِن دو سالوں نے میرا دِل پتھر کا کر دیا ہے، مگر میں غلط تھا۔ وہ میرے لئے آج بھی اُتنی ہی اہم ہے جتنی دو سال پہلے تھی۔ وہ صِرف میری بیوی نہیں، میری روح کا حِصہ ہے اور میں یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ مجھے قاتل سمجھے۔ میں نے اُس کی حفاظت کیلئے دو سال پہلے اُس سے رابطہ توڑ دیا۔ مگر اُس نے مجھے پھر سے ڈھونڈ لیا اور اِس بار میں اُسے یوں چھوڑ کر نہیں بھاگنا چاہتا۔ مجھے اُس کی نفرت قبول تھی مگر کل اُس کی آنکھوں میں جب میں نے اپنے لئے لاتعلقی دیکھی تو مجھے اندازہ ہوا کہ میں اُس کی نفرت برداشت نہیں کر سکتا ہاشم۔"

وہ اُس کی منت کر رہا تھا اور یہی کافی تھا ہاشم کو منانے کیلئے۔ ہاشم نے تھوڑی دیر سوچا اور وقت کی نزاکت کو سمجھا۔ وہ اُس سے چھ ماہ پہلے وعدہ کر چُکا تھا اور اب وعدہ خِلافی نہیں کر سکتا تھا۔ آخر کار وہ مان گیا، اس کو ماننا ہی تھا، کراچی جانے کیلئے، مصطفیٰ کمال بننے کیلئے۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

“میں کل واپس جا رہا ہوں۔ تب تک سوچ لو، اور یاد رکھو کہ میں نے تُمہاری مدد تب کی تھی جب تم مجبور تھے، اور اب مجھے تمہاری مدد چاہیے۔” وہ ایک بار پھر اُسے یاد دہانی کروا رہا تھا۔ ہاشم تیار تھا جانے کو مگر وہ یہ سوچ کر گھبرا رہا تھا کہ ابا کو کیا کہے گا اِس لیے وہ کوئی جواب دیے بِنا وہاں سے آ گیا۔ احد کو بھی یقین تھا کہ وہ مان جائے گا مگر پھر بھی وہ پریشان تھا کہ کیا ہاشم یہ کر پائے گا؟۔ مگر یقین کرنے کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔

اب وہ وہاں تنہا بیٹھا تھا اور اُس کے ارد گرد خاموشی تھی، یکایک اُس کی آنکھوں کے آگے سفید روشنی چھا گئی، اور جب وہ ختم ہوئی، تو وقت کا پہیہ الٹ کر اسے دو سال پہلے لے گیا۔

یہ دن بھی باقی دِنوں کی طرح کا ہی ایک دِن تھا۔ آج وہ اپنے گھر جا رہا تھا۔ ماں سے مِلنے، مائرہ سے ملنے۔ وہ اُس سے گِلہ کیا کرتی تھیں کہ وہ بہت دنوں بعد آتا ہے، کم از کم ہفتے بعد تو آنا ہی چاہیے اُس کو۔ مگر وہ خود کا بھی سامنا بہت کم کیا کرتا تھا، تو اُن کا سامنا کیسے کرے گا؟ یہ سوچ کر وہ ہمیشہ اپنا اُن سے ملنا ٹال دیتا۔ ماں اور مائرہ کو اُس نے یہی بتایا تھا کہ وہ شہر سے باہر ہے، مگر وہ پھر بھی کہا کرتیں کہ ویک اینڈ پر آ جایا کرو۔ اگر اُن کو یہ پتہ چلا کہ وہ اُسی شہر میں ہے تو؟

آج اتوار تھا اور وہ جانتا تھا کہ آج مائرہ گھر ہی ہو گی۔ وہ اتوار کا ناشتہ اُن کے ساتھ کیا کرتا تھا۔

’’اِتنی محنت سے ریسٹورنٹ بنایا تم دونوں نے، پھر بھی تم دوسرے شہر جا کر نوکری کر رہے ہو۔ کیا فائدہ ریسٹورنٹ بنانے کا؟‘‘ وہ ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھے تھے جب فریدہ بیگم نے ہمیشہ کی طرح وہی تبصرہ کیا۔

’’وہ ریسٹورنٹ میں نے مائرہ کے لئے بنایا تھا۔ کیونکہ اُس کی خواہش تھی، اور مجھے شروع سے ہی اُس میں کوئی دِلچسپی نہیں تھی۔ میں جو کر رہا ہوں وہ وقت آنے پر آپ کو بھی بتا دوں گا، آپ کو بس مجھ پر بھروسہ کرنا ہو گا۔‘‘ اُس نے فریدہ بیگم سے کہا۔

’’مائرہ ہم تمہارے بغیر ناشتہ شروع نہیں کر رہے، جلدی سے آجاؤ۔‘‘ فریدہ بیگم نے مائرہ کو آواز لگائی۔

’’میں بس آ ہی رہی تھی۔‘‘ وہ ہاتھ میں چائے پکڑے کچن سے نِکل رہی تھی۔

’’ارے میں تو بھول ہی گئی کہ جس دن تم آتے ہو، اُس دن میرے بیٹے بھی چائے پیتی ہے۔‘‘ اُنہوں نے احد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ وہ جواب میں ہلکا سا ہنس دیا۔

“کیا مطلب، مائرہ میری غیر موجودگی میں چائے نہیں پیتی؟” احد نے مائرہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

“کچھ چیزیں کچھ لوگوں کے ساتھ اچھی لگتی ہیں احد، جیسے کہ چائے تمہارے ساتھ۔” مائرہ نے مسکرا کر کہا۔

“چلو اب ناشتہ کر لیں، اور احد تم آج واپس نہیں جاؤ گے، اپنے باس کو فون کر کے بتا دو۔” ماں نے دو ٹوک حتمی فیصلہ سُنایا۔

“مگر ماں میری کل۔۔” ماں نے اُس کی بات کاٹ دی۔

“چلو ٹھیک ہے میں نہیں روکوں گی، جانا چاہو تو جاؤ۔ ماں کی پہلے کونسا کبھی مانی تم نے۔” وہ اٹھائیس سال کا ہو چُکا تھا، مگر ماں کی ایموشنل بلیک میلنگ میں آج بھی آ جایا کرتا تھا۔

ناشتہ کرنے کے بعد وہ تینوں ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ آج وہ ایک مہینے بعد آیا تھا۔ مائرہ اور ماں کے پاس بہت سی باتیں تھی اُسے بتانے کیلیئے۔ اُس سے پوچھنے کیلیئے۔

پورا دن اتنا جلدی گزر گیا کہ پتہ ہی نہیں چلا۔ رات کو کھانا کھانے کے بعد بھی بہت دیر وہ تینوں اِکٹھے بیٹھے رہے۔ جب وہ اپنے کمرے میں گیا تو مائرہ اپنا تکیہ لے کر وہاں سے جا رہی

تھی۔ احد نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

“ماں کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، اِس لئے اُن کے پاس جا رہی ہوں، تم یہاں آرام سے سو جاؤ۔” مائرہ نے اُس کو بتایا اور کمرے سے نِکل گئی۔

اُسے بھی جلدی سونے کی عادت تھی اِس لیے گیارہ بجے کے قریب وہ سو گیا۔ دوبارہ اُس کی آنکھ تب کُھلی جب کوئی اُسکا دروازہ زور زور سے بجا رہا تھا، وہ مائرہ تھی۔

“احد جلدی دروازہ کھولو، امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔” احد فوراً دروازے کی طرف بھاگا۔

باہر آیا تو ہر طرف اندھیرا تھا۔ اُس کے پاس لائٹ آن کرنے کا ٹائم نہیں تھا۔ وہ سیدھا ماں کے کمرے کی طرف بھاگا۔ مگر وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اُسے اپنے پیچھے سے آواز آتی سُنائی دی، اور ساری لائٹس بھی آن کر دی گئیں۔

“سالگرہ مبارک ہو تمہیں۔۔” آواز ماں اور مائرہ کی تھی۔ وہ یکدم پیچھے کو مڑا۔

“تو یہ وجہ تھی مجھے یہاں روکنے کی، اور مائرہ بی بی آپ” اُس نے اُن کی جانب قدم بڑھاتے کہا، “آپ مجھے کسی اور طریقے سے بھی بُلا سکتی تھی۔ یہ مِنی ہرٹ اٹیک دینا ضروری

تھا کیا؟" وہ اپنی دھڑکنیں نارمل کرتا ہوا بولا۔

"پہلے کیک کاٹ لیں؟" مائرہ نے جواب میں کہا، اور مسکرا دی۔

"کیوں نہیں، میم۔"

"ہمیشہ خوش رہو۔" ماں نے اُسے گلے لگاتے کہا۔

"اب میں اٹھائیس سال کا ہو چکا ہوں، سالگرہ تو بچوں کی منائی جاتی ہے۔"

"تم بھی تو بچے ہی ہو نہ میرے، تم چاہے ساٹھ سال کے ہی کیوں نہ ہو جاؤ۔ میرے لئے تم بچے ہی رہو گے۔"

"مجھے تو یاد بھی نہیں تھا کہ آج میری سالگرہ ہے۔"

"مگر ہمیں تو تھا نا، یہ سرپرائز مائرہ کی طرف سے تھا۔" ماں نے اُسے بتایا۔

"اور میں نے بہت سوچا کہ تمہیں تحفے میں کیا دوں مگر پھر سوچا کہ تحفہ مہنگا نہیں یادگار ہونا چاہیئے۔ اِس لیے میں نے تمہارے لیے یہ بنوایا۔" اُس نے ایک مگ اُسے پکڑایا۔ وہ ایک میجک مگ تھا، جِس میں کوئی گرم چیز ڈالنے پر اُس پر بنی تصاویر واضح ہوتی تھیں۔

"آہ، بہت شکریہ۔" یہ وہ آخری دن تھا جب وہ مائرہ اور ماں سے مِلا تھا۔ آج تینوں بہت

خوش تھے۔

ماضی کا یہ خوبصورت منظر اوجھل ہوا، اور وقت اُسے پھر سے حال میں لے آیا۔ دُھند کا وہ پردہ آنکھوں سے ہٹ چُکا تھا، اُس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ اُسی پارک میں بیٹھا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ وہاں سے اُٹھا اور کار سٹارٹ کی، وہ فیصلہ کر چُکا تھا کہ اُسے کہاں جانا ہے۔

رات کی ویرانی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ گھڑی کی سوئیاں بارہ بجنے کے قریب تھیں۔ فریدہ بیگم اپنے کمرے میں تنہا تھیں اور مائرہ اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔ دو سال ہو گئے تھے، دو سال پہلے اپنی سالگرہ کے دن وہ وہیں تھا، اُن کے پاس۔ اور آج؟ احد کی کوئی خبر نہیں تھی۔ نہ کوئی پیغام، نہ کوئی نشانی۔ مگر آج رات کچھ عجیب تھا۔ دل بے چین تھا، جیسے کوئی آنے والا ہو۔

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ وہ چونکیں، دل زوروں سے دھڑکنے لگا تھا۔

“کون ہو سکتا ہے اس وقت؟” وہ پریشان سی ہوتی ہوئیں دروازے کی طرف گئیں۔ دروازے تک پہنچیں تو سانسیں رک سی گئیں۔ جیسے ہی دروازہ کھولا، سامنے کھڑا وجود دیکھ کر اس کے قدم جم گئے۔

“ماں۔۔۔” ان کے کان اس آواز کے لئے ترس گئے تھے، ان کی آنکھیں اتنا حسین منظر دیکھنے کی خواہش کب سے دل میں دبا کر بیٹھی تھیں۔ مگر وقت کے چکر نے اچانک ہی وہ خوبصورت منظر اتنا قریب کر دیا کہ آنکھیں یقین کرنے سے انکاری تھیں، کان اتنی خوبصورت آواز سننے سے انکاری تھے۔ فریدہ بیگم کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ آج انھوں نے بھیگنے دیا، کیونکہ اس میں خوشی تھی، حیرانی تھی، طویل عرصے کا انتظار تھا، کرب تھا، محبت تھی۔

“احد۔۔۔” وہ بس اتنا ہی کہہ سکی تھیں۔ اُن کے سامنے اُن کا بیٹا کھڑا تھا، مگر بہت بدلا ہوا۔ چہرے پر تھکن، آنکھوں میں اداسی، اور وجود میں ایک عجیب سی خاموشی۔

“دو سال... دو سال کہاں تھے تم؟، تمہیں کبھی ماں کی یاد نہیں آئی، کبھی دل نہیں دھڑکا ماں کے لئے؟” اُن کے ہاتھ بے یقینی میں احد کے چہرے کو چھونے لگے۔ جیسے یقین کرنا

چاہتی ہو کہ یہ خواب نہیں ہے، حقیقت ہے، بہت خوبصورت حقیقت۔

"ماں، مجھے معاف کر دیں، ہر اس بات کے لیے جس نے آپ کو تکلیف دی۔" اُس کی آواز ٹوٹ رہی تھی۔ وہ ماں کے گلے لگنا چاہتا تھا، مگر ماں شکایت کرنا چاہتی تھیں۔ ان کا بنتا تھا شکایت کرنا۔ کون جاتا ہے ایسے چھوڑ کر ماں کو۔

"کیوں، کیا ہو گیا تھا، کیا زندگی میں میری جگہ نہیں رہی تھی؟"

"میں آپ کو یاد کرتا تھا، ہر دن، ہر لمحہ، مگر حالات ایسے تھے کہ لوٹنا ممکن نہیں تھا۔ مجھے معاف کر دیں ماں۔" اس کی آواز روند چکی تھی، اس نے اپنے لفظوں کے حصار میں ماں کو جکڑ لیا تھا۔ پھر کیا تھا، ماں کی ساری شکایات ہوا ہو گئیں، اور اُسے سینے سے لگا لیا۔ "تو کم از کم بتا تو سکتے تھے، ایک پیغام، ایک خط۔۔۔" وہ گلے لگائے ہوئے بول رہی تھیں۔

"ماں، میں جانتا ہوں کہ میں نے غلط کیا۔ مگر آج میں آپ سے مِلنے آیا ہوں۔" اُس نے دھیرے سے کہا، اور ماں سے جدا ہوا، اور ایک بیکری کا شاپر اُن کی طرف بڑھایا۔

"آج میری سالگرہ ہے۔ میں نے سوچا، اپنی زندگی کا سب سے خاص دن آپ کے اور مائرہ کے بغیر نہیں گزار سکتا۔"

Club Quality Content

ماں کی آنکھوں میں چمک لوٹ آئی تھی، آخر انھوں نے اپنا پسندیدہ نظارہ دیکھا تھا آج۔

"تمہارے آنے سے بڑا تحفہ میرے لیے کچھ نہیں ہو سکتا، احد۔ مگر وعدہ کرو، اب کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔"

احد نے جواب نہیں دیا، اور انھیں لے کر اندر کی طرف بڑھا۔ آج سب کچھ بہت عجیب لگ رہا تھا۔ وہ اُس گھر میں دو سال بعد آیا تھا اور سب کچھ پرایا سا لگ رہا تھا۔ اُس گھر کے لوگ بھی۔ ماں فوراً سے مائرہ کے کمرے کی طرف بڑھیں تاکہ اُسے بھی بتا سکیں، مگر اُن کے بمقابل مائرہ کو اِتنی حیرت نہیں ہوئی جو فریدہ بیگم نے بھی نوٹ کی۔

کچھ دیر بعد وہ تینوں کیک کاٹتے نظر آرہے تھے۔ احد اور ماں، وہ دونوں بہت خوش تھے، اور مائرہ؟، وہ بھی خوش تھی، نا جانے کیوں، وہ اُس کی نظر میں ایک مجرم تھا اور کسی مجرم کیلئے اُس کے دل میں کوئی جگہ نہیں تھی۔ یہ بات وہ خود کو پچھلے دو سالوں سے سمجھا رہی تھی۔ مگر اُس کے سامنے آتے ہی وہ سب بھول گئی۔ کوئی جادو تھا جو احد کو دیکھتے ہی اُس پر طاری ہو جاتا تھا، یا شاید وہ محبت تھی جو جادو کی طرح اثر کرتی تھی۔

پہلے ماں اور مائرہ اُسے سرپرائز دیا کرتی تھیں، مگر آج اُس نے اُن کو سرپرائز کیا تھا۔

ناول کلب
Club for Quality Content

"یہ رہا تمہارا تحفہ "اُس نے مائرہ کی طرف ایک فائل بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا ہے؟" مائرہ نے فائل پکڑتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔

"کھول کے دیکھ لو۔" ماں حیرانی سے کبھی مائرہ کو دیکھتیں، کبھی احد کو۔ مائرہ نے وہ فائل کھولی اور چونک کر احد کو دیکھا۔

"یہ کیوں؟" اُس کے ہونٹ ہلتے محسوس ہوئے۔

"میں نے ریسٹورنٹ تمہارے نام کر دیا ہے تاکہ تمہیں زندگی میں کبھی بھی مجھ پر انحصار نہ کرنا پڑے۔"

"مگر اب تو تم کہیں نہیں جاؤ گے نا؟" ماں نے پوچھا۔

"میں کوشش کروں گا کہ کہیں نہ جاؤں، مگر مجھے کچھ وقت چاہیے ماں، میں وعدہ کرتا ہوں کہ پہلے کی طرح اب کہیں نہ جاؤں۔" اور ایک بار پھر ماں کے گلے لگ گیا۔

پوری رات وہ تینوں باتیں کرتے رہے، کب صبح ہو گئی اُن کو پتہ ہی نہیں چلا۔ آج مائرہ بھی ریسٹورنٹ نہیں گئی تھی، اور احد بھی اپنے آفس نہیں گیا تھا۔ اُس نے اپنی سیکٹری کو بھی نہیں بتایا کہ وہ آج نہیں آئے گا اور اُس کے آفس کے لوگ وہیں دروازے پر باس کا انتظار

کرتے رہ گئے۔

3 ستمبر بروز ہفتہ

صبح جب وہ اُٹھا تو تقریباً 10 بج رہے تھے۔ ٹائم دیکھنے کیلئے جب اُس نے موبائل کے لیے ہاتھ تکیے کے نیچے مارا تو اُس کا موبائل وہاں سے غائب تھا اور یہ حرکت کس کی ہو سکتی تھی، وہ بخوبی جانتا تھا۔

”نور چورنی۔۔۔“ وہ جتنا گلا پھاڑ کر چلا سکتا تھا اُتنا چلایا۔ اُس کی امی فوراً بھاگتی ہوئی آئیں۔

”کیا ہوا ہاشم؟“ اُنہوں نے پوچھا۔

”آج تو یہ نہیں بچے گی۔“ اُس نے کہا اور نور کے کمرے کی طرف دوڑا۔ حسبِ توقع فون اُسی کے پاس تھا۔ اُس نے نور سے فون لیا اور پانی کا بھرا گلاس اُس پر اُنڈیل دیا، جو وہ باہر

سے ساتھ ہی لایا تھا۔ نور کو سنبھلنے کا ٹائم بھی نہیں مِلا۔

“ہاشم کے بچے۔۔۔!” وہ بھی چلائی۔

“تمہیں میرا پاسورڈ پتہ تھا، کیسے؟”

“مجھے نہیں پتہ کہ تمہارا پاسورڈ 192007 ہے، اور میں نے رات کو چھُپ کر تو بالکل نہیں دیکھا تھا۔” وہ بھی نور تھی اور ہاشم سے ڈرتی نہیں تھی کہ اُس سے چھُپائے۔

“کیا مِلا تمہیں اِس سب سے؟” ہاشم نے افسوس سے کہا۔

“کیا مِلا تمہیں اِس سب سے؟” نور نے اپنے پُلیے کی طرف اِشارہ کرتے پوچھا۔ ہاشم کچھ نہیں بولا، بس اپنے فون کو چیک کرتا رہا جیسے نور نے کوئی وائرس ڈال دیا ہو۔

“گیلری کے علاوہ باقی سب کو فیس لاک لگا تھا۔ تُم تو ایسے چیک کر رہے ہے جیسے تمہاری کسی گرل فرینڈ کو میسج کیے میں نے۔”

“لیکن میری گیلری بھی کیوں دیکھی تم نے؟، تمہیں شرم نہیں آتی؟، تمہیں کیا ضرورت تھی میری پرائیویسی میں دخل دینے کی؟”

“پرائیویسی؟ وہ کیا ہوتی ہے؟۔۔۔ کہیں کوئی کھانے والی چیز تو نہیں؟۔۔۔" وہ ہنس کر

ناول کلب
Clubb of Quality Content

بولی۔

"تمہاری گیلری تو بڑی دلچسپ نکلی، خاص طور پر وہ ویڈیوز! جن میں تم گانا گا رہے تھے۔” خود پر گرا ہوا پانی وہ بھول چکی تھی۔

“کیا؟، تم نے وہ ویڈیوز دیکھی؟” اُسے مزید غصہ آرہا تھا۔

“ہاں، اور ان میں تمہاری آواز۔ تم تو پورے سرگم کے بادشاہ نکلے” اُس نے مذاق اُڑانے والے انداز میں کہا۔

“اب بس کرو، بہت منحوس لگ رہی ہو۔” اور ساتھ ہی اپنا فون نکال کر اُس کی ایک تصویر بنالی جِس میں وہ واقعی بھیانک لگ رہی تھی۔ پانی کی وجہ سے اُس کے سارے بال اِکٹھے جڑے ہوئے تھے اور اُس نے ابھی تک منہ بھی نہیں دھویا تھا۔

“یہ دیکھو۔” اُس نے فون کا رُخ نور کی طرف کیا، اور فوراً اُسے پیچھے کر لیا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا جب اُسے پیچھے سے آواز سُنائی دی، اُس کی اپنی آواز، اُس کے گانا گانے کی آواز۔ نور نے اپنے فون کے ذریعے اُس کی ریکارڈنِگ کر لی تھی۔ شیطان بھی اُس سے دو قدم پیچھے رہ کر سوچتا ہو گا۔ ہاشم یہی سوچتا رہ گیا اور اِتنے میں خدیجہ بھی وہیں پہنچ آئی۔

“واؤ، یہ تو ہاشم بھائی کی آواز ہے، کتنا اِچھا گا رہے ہیں۔” اُس نے آتے ہی تعریف کی۔

“تمہارا اِس سے کیا مطلب، جاؤ جا کر ناشتہ کرو۔” نور نے اُکھڑے لہجے میں کہا اور وہ ریکارڈنگ بند کر دی۔

“ارے دیکھو کتنی بد تمیز ہے، چھوٹی بہن سے کوئی ایسے بات کرتا ہے؟” ہاشم نے خدیجہ کی سائیڈ لیتے کہا۔ خدیجہ نے مزید معصوم چہرہ بنالیا۔

“خدیجہ میری جان، آئی ایم سوری۔ تم ایسا کرو کہ میرا فون لے لو اور بھائی کا گانا سُن لو، بلکہ ایسا کرو کہ جا کر امی کو بھی سُناؤ” اور وہ ریکارڈنگ چلا دی۔

“کوئی ضرورت نہیں ہے اِس کی، اور تم جا کر ناشتا کرو چھوٹی ڈُنیا۔” ہاشم نے فون لے کر نور کے ہاتھ میں واپس دیا۔

“مجھے معاف کر دو، غلطی ہو گئی میری بہن۔” اُس نے اپنے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

“جاؤ معاف کیا سرگم کے بادشاہ۔” ہاشم بہت ضبط کیے وہاں سے نِکل آیا۔ وہ جتنا تیز بھی کیوں نہ ہو جائے، نور اُس سے دو قدم آگے ہی رہتی تھی۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

ایک دِن ماں اور مائرہ کے ساتھ گزارنے کے بعد احد اپنے گھر واپس آ چکا تھا۔ ماں سے یہ وعدہ کر کے کہ وہ واپس ضرور آئے گا۔ وہ کبھی آفس سے بغیر اطلاع دیے چُھٹی نہیں کیا کرتا تھا۔ وہ ایک کمپنی کا مالک تھا، جو مختلف قسم کے کاروباری معاملات میں ملوث تھی۔ اس کا کام صرف پیسہ کمانا نہیں تھا، بلکہ وہ اپنے اثر و رسوخ اور طاقت کو بڑھانے کے لیے مسلسل نئے طریقے تلاش کرتا رہتا تھا۔ اس کے دفتر میں اس کا روز کا معمول کاموں کی نگرانی، ملازمین کی کارکردگی کی جانچ، اور نئے معاہدوں کی تیاری پر مبنی تھا۔ اس کا کام HR (ہیومن ریسورسز) سے زیادہ پیچیدہ تھا۔ وہ صرف ملازمین کی بھرتی اور ان کی شکایات کو حل نہیں کرتا تھا، بلکہ وہ ایک ایسا شخص تھا جو اپنی کمپنی میں ہر چھوٹے بڑے فیصلے میں شامل ہوتا تھا۔ وہ اپنے ملازمین کو باقاعدہ طور پر مانیٹر کرتا تھا، تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ وہ اس کے لیے کام کر رہے ہیں اور ہر کام اس کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔ ایسے میں اُسکی 1 بھی چُھٹی سے اُس کو اور اس کے آفس کو کافی نقصان ہوتا۔

گھر آتے ہی اُس نے ہاشم کو کال کی جو اُس نے فوراً ہی ریسیو کر لی۔

"ہیلو، کیسے ہو؟" احد نے محتاط سا پوچھا۔

"میں بالکل ٹھیک، آپ کیسے ہیں۔" ہاشم نے جواب میں کہا۔

"آج میں بہت پر سکون ہوں، اور یہ سکون مجھے 2 سال بعد مِلا ہے۔ اب میں ہمیشہ پُر سکون رہنا چاہتا ہوں، اور اِس کے لئے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے ہاشم۔" ہاشم اُس سے تھوڑی دیر پہلے ہی ابا سے بات کر کے آ چکا تھا۔

"میں نے ابا سے بات کر لی ہے۔ اِس ویک اینڈ تک وہاں پہنچ آؤں گا۔" ہاشم نے اُس کو تسلی دی۔

"تھینک یو ہاشم۔" احد نے کہا اور تھوڑی دیر بات کرنے کے بعد فون بند کر دیا۔ اُسے ہمیشہ سے مائرہ اور ہاشم میں کوئی مشابہت دِکھتی تھی۔ شاید یہی کہ وہ دونوں ہی بہت معصوم اور سادہ تھے۔ وہ ہمیشہ نا چاہتے ہوئے بھی ہاشم پر یقین کر لیتا۔ کچھ تو خاص تھا اُس میں۔۔۔

3 ستمبر۔ ہفتہ

وہ سب ڈائنِنگ ٹیبل پر بیٹھے نور کا اِنتظار کر رہے تھے، جسے اپنے کسی دوست کا فون آیا تھا اور وہ اُس سے بات کر رہی تھی۔

”نور جلدی آؤ، ہم تُمہارا انتظار کر رہے ہے۔“ اُس کی امی نے آواز لگائی۔

”بس ایک منٹ۔“ اُس نے فوراً سے الوداعی کلمات کہے اور کھانے کی ٹیبل پر آگئی۔

آتے ہی اُس نے تیز آواز کے ساتھ کُرسی پیچھے کو کھینچی، جِس پر ہاشم نے گھور کر اُسے دیکھا۔

”تمہارا ہمیشہ ہر چیز میں شور مچانا ضروری ہوتا ہے۔“ ہاشم نے اُس سے کہا۔

”اور یہ کون سا وقت ہوتا ہے اپنی دوستوں سے بات کرنے کا؟“ اُس نے ایک اور سوال کیا۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

”میں کچھ ایسا بول دوں گی جو تم سے برداشت نہیں ہو گا، سرگم کے بادشاہ۔“ نور نے جواباً کہا۔ اماں نے اُسے گھورا تو وہ نے نظریں چرا لیں۔

”تم کب تک جا رہے ہو کراچی؟“ ابا نے ہاشم کو مخاطب کرتے پوچھا۔

”جی پیکنگ ہو گئی ہے، کل جا رہا ہوں۔“ اُس نے پانی کا گھونٹ بھرتے کہا۔

"بلا ٹلی!" نور نے دھیرے سے کہا البتہ سب نے سُن لیا تھا، اور اُس کو ایسے گھور کر دیکھا جیسے کھانے کی جگہ اُس کو کھانے والے ہوں۔

"آج صبح آپی نور نے مجھ سے بھی بد تمیزی کی تھی۔" نیا بم پھوڑنے والی خدیجہ تھی۔ نور نے فوراً گھور کر اُسے دیکھا۔ ضرور ہاشم نے اُسے کہا ہو گا کہ یہ بات کھانے کی ٹیبل پر بیٹھ کر بتانا۔

"اِس کو تو شرم ہی نہیں آتی، ہر ایک سے اُکھڑے لہجے میں بات کرتی ہے۔" صدف بیگم کے بس میں نہیں تھا کہ ابھی جوتا اُتارتی اور نور کو دے مارتیں۔

"ابا میں اِس کی بڑی بہن ہوں، کیا میرا اِتنا بھی حق نہیں ہے کہ میں اِس کو سمجھا سکوں؟" اُس نے ابا کا سہارا لینا چاہا۔

"میں اِس معاملے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" ابا نے سیدھی بات کی۔ ہاشم منہ نیچے کیے ہنسنے لگا۔ نور نے فوراً اُس کے پاؤں کو دُبایا جس سے اُس کی ہلکی سی چیخ نِکلی۔ ابا نے اُسے دیکھا مگر وہ چُپ کر کے کھانا کھانے میں مصروف ہو گیا۔

ساڑھے 5 سال قبل۔۔۔

“شرط یہ ہے کہ آپ شادی کے بعد بھی میرے ساتھ ہی رہیں گی۔" ماں اُٹھ کر جانے لگی تو مائرہ نے اُن کو مخاطب کیا۔

“تب کی تب دیکھی جائے گی۔” انہوں نے جیسے ناک سے مکھی اڑائی۔

”تب کی تب نہیں بلکہ اب ہی دیکھی جائے گی۔" وہ فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ماں اُسے جواب دیے بنا باہر جانے لگیں تو اُس نے اُن کا راستہ روک لیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہیں تھی۔

ناول کلب Clubb of Quality Content

“ماں، آپ کچھ چھپا رہی ہیں؟” مائرہ کا دل عجیب ہو گیا، مگر فوراً سے سر کو جھٹکا دیا، ایسا نہیں ہو سکتا۔

"میرے کمرے میں آؤ۔” مائرہ نے ہاتھ پیچھے کیا اور ماں کو راستہ دیا۔

ماں کے کمرے میں آؤ تو وہ کوئی خاصا بڑا نہ تھا مگر اُس میں سکون تھا۔ سامنے ایک بڑا سا بیڈ

لگا تھا۔ جس پر وہ اور مائرہ زیادہ تر اِکٹھے سویا کرتیں تھیں۔ مگر کبھی مائرہ کو پڑھائی کرنی ہوتی تو وہ اپنے کمرے میں چلی جاتی اور وہیں سو جاتی۔ یوں کہہ لو کہ مائرہ کا کمرہ صرف مائرہ کا تھا اور ماں کا کمرہ اُن دونوں کا۔ اُن کے گھر میں ٹوٹل 4 کمرے تھے۔ جن میں سے ایک اُنہوں نے گیسٹ روم بنا رکھا تھا۔ اور چوتھا کمرہ بالائی منزل پر تھا جس میں پرانا سامان پڑا تھا۔ انہوں نے مائرہ کو بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی ساتھ ہی بیٹھ گئیں۔ انہوں نے سائیڈ ٹیبل سے ایک تصویر اُٹھائی جو سات سال آٹھ برس کی مائرہ کی تھی، اور وہ اُس پر نرمی سے ہاتھ پھیر رہی تھیں۔

"تمہارے ابا کے انتقال کو 13 سال ہو گئے مائرہ تب تم اتنی سی تھی" انہوں نے تصویر کا رُخ مائرہ کی جانب کیا۔

"اور تب سے آج تک میں ایک اُمید پر جی رہی ہوں، اور وہ اُمید تم ہو مائرہ۔ کوئی بھی یہ نہیں چاہتا کہ اُس کی اُمید ٹوٹے مگر، اِس اُمید کو جوڑے رکھنے کیلئے انسان کو مضبوط ہونا پڑتا ہے، اور تمہاری شادی کر کے میں خود کو مضبوط کرنا چاہتی ہوں تاکہ تم کبھی ٹوٹ نہ سکو۔"

اُن کی بات کا رُخ مائرہ کو تنہا چھوڑنے کی طرف تھا۔ تاکہ اُن کے بغیر کبھی بھی نہ ٹوٹے۔ مائرہ

بس اُن کو دیکھتی رہ گئی۔

مائرہ اور احد کی ملاقات کو کچھ دن گزر چکے تھے۔ اور اُن کا آپس میں رابطہ بھی ہوتا رہا تھا۔ اور وہ ''آپ'' سے ''تم'' تک کا سفر بھی کر چکے تھے۔

مائرہ کی امی اور فریدہ بیگم یہی چاہتی تھیں کہ دونوں کی جلد از جلد شادی ہو جائے۔ آج صبح فریدہ بیگم کی کال آئی تھی کہ احد کچھ ہفتوں کیلئے شہر سے باہر جا رہا ہے کام کے سلسلے میں، ایسے میں فریدہ بیگم چاہتی تھیں کہ دونوں کا نکاح ہو جائے، اور مائرہ کی امی نے بھی کچھ دن پہلے یہ بات فریدہ بیگم سے کی تھی کہ منگنی سے بہتر ہے، دونوں کا نکاح کر دیا جائے اور رخصتی جب یہ چاہیں گے۔ ابھی فریدہ بیگم کیلئے یہ بات کرنا آسان تھی۔ ایسے میں احد کی واپسی تک مائرہ کو تھوڑا وقت بھی مل جائے گا اور اُس کے بعد دونوں کی شادی ہو جائے گی۔

مائرہ کی امی تو پہلے سے تیار تھیں اور مائرہ بھی مان گئی۔ ایک نکاح ہی تو ہو رہا تھا ابھی۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

دو دن بعد احد اور مائرہ کا نکاح ہونا تھا۔

-

کراچی جیسے بڑے شہر میں روزانہ نہ جانے کتنی شادیاں ہوتی ہوں۔ کتنے گھر سجتے ہوں گے۔ ایسے ہی سجنے والے گھروں میں آج ایک گھر مائرہ کا بھی تھا۔

مگر اُس کا گھر کون سا تھا؟، جہاں وہ جا رہی تھی یا جہاں سے وہ جا رہی تھی؟، جہاں اُس نے اپنی زندگی گزاری یا جہاں وہ زندگی گزارے گی؟، رہنے کو دونوں گھر اس کے تھے مگر کہنے کو 1 بھی نہیں۔

فریدہ بیگم کی خواہش تھی کہ مائرہ پارلر سے تیار ہو۔ مگر مائرہ کو ان سب میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ اس معاملے میں دوسری لڑکیوں سے مختلف تھی۔ جہاں وہ میک اپ کر کے خود سے مطمئن نظر آتی ہیں۔ وہی مائرہ بغیر میک اپ ہی خود سے مطمئن رہا کرتی تھی۔ البتہ کپڑوں میں وہ کوئی کمپرومائز نہیں کیا کرتی تھی۔

پھر بھی وہ فریدہ بیگم کی خوشی کیلیئے پارلر چلی گئی۔ نکاح کا فنکشن بھی مائرہ کی امی کے گھر تھا۔ احد اور فریدہ بیگم آ چکے تھے۔ اور اُن کے علاوہ کچھ محلے دار اور فریدہ بیگم کے رشتہ دار تھے۔ اُن کی ایک بہن ہی تھی اور اُن کے 2 بیٹے تھے جو اپنی زندگیوں میں سیٹل تھے۔ وہ فریدہ بیگم سے بڑی تھیں اور آسٹریلیا رہا کرتی تھیں۔ پچھلے مہینے ہی وہ پاکستان آئیں تھی۔

مائرہ ابھی پارلر سے نہیں آئی تھی، فریدہ بیگم کے بھانجے کی بیوی اُس کے ساتھ ہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں گھر کے سامنے ایک کالی گاڑی آ کر رُکی جس سے مائرہ اُتری۔ وہ تھوڑی دیر وہی رکی رہی اور اُس گھر کو دیکھتی رہی، جہاں شاید اُس کے یہ آخری ایام تھے یا شاید آخری مہینے تھے۔ اُن کے گھر میں ایک چھوٹا سا لان تھا جہاں اس وقت سب لوگ جمع تھے۔ سامنے اسٹیج پر فریدہ بیگم اور احد بیٹھے تھے۔ ایک اُس کی ماں ہی تھی جو کھڑی ہو کر اُس کا انتظار کر رہی تھی۔ اُسے دیکھ کر فوراً اُس کی طرف لپکیں، فریدہ بیگم بھی اسٹیج سے اُٹھ کر آ گئیں۔

"اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تم پارلر سے تیار ہو کر اتنی پیاری لگو گی تو میں کبھی تمہیں وہاں نہ جانے دیتی۔ میں نہیں چاہتی کہ میری بیٹی کو کسی کی نظر لگے۔" فریدہ بیگم نے آتے ہی تبصرہ کیا اور بڑا ہی شفقت بھرا لہجہ تھا اُن کا۔

"اللہ میری بیٹی کو ہمیشہ خوش رکھے اور نظر بد سے بچائے آمین۔" اُس کی ماں نے آتے ہی کہا اور اُس کا ماتھا چوما۔

جب وہ سٹیج پر جا رہی تھی تو احد بھی اُسے آتا دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ مگر چونکہ وہ ابھی اُس کی بیوی نہیں تھی، وہ اُسے اتنے لوگوں کے سامنے ہاتھ پکڑ کر سٹیج پر نہیں بِیٹھا سکتا تھا۔ وہ فریدہ بیگم کے ہمراہ چلتی آ رہی تھی۔ اُس نے سفید رنگ کا جوڑا پہن رکھا تھا۔ پاؤں میں پنسل ہیلز پہن رکھی تھیں جو اُسے مزید دراز قد دیکھا رہی تھی۔ احد ایک دراز قد نوجوان تھا، وہ بغیر ہیلز کے اُس کے شانے کے برابر تھی، مگر ابھی ہیلز پہن کر وہ تقریباً اُس کے برابر نظر آ رہی تھی۔ اُس کے آگے کے بال کرل کیے گئے تھے۔ ماتھے پر سنہرا ٹیکہ جگمگا رہا تھا۔ کانوں کے جھمکے سنہرے اور سبز تھے اور گلے میں بھی ویسا ہی ہار پہن رکھا تھا۔ ہاتھوں میں مہندی لگی تھی اور اُس نے سفید گجرے پہن تھے۔ البتہ ناخن سادہ ہی تھے۔ احد نے بھی سفید شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔ اُس پر سفید رنگ کی ہی واسکٹ تھی۔ اور پاؤں میں سفید پمپی پہنی تھی۔ بال جیل سے پیچھے کو سیٹ کئے تھے اور بائیں ہاتھ پر گھڑی پہن رکھی تھی۔

مائرہ آکر سٹیج پر بیٹھ گئی، اور اُس کے بعد احد بھی بیٹھ گیا۔ احد نے اُسے آتے تو دیکھا مگر

ناول کلب
Clubb of Quality Content

ابھی وہ اُسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ دونوں کے درمیان سفید پھولوں کی دیوار حائل تھی، جسے وہ چاہ کر بھی وقت سے پہلے نہیں پھلانگ سکتا تھا۔

“اب اور کتنا انتظار کرنا ہوگا۔" اُس نے دھیرے سے مائرہ کو پکارا اُن کے آس پاس کوئی بھی نہ تھا۔

“جہاں اتنا کر لیا وہاں کچھ لمحے اور سہی" وہ بھی دھیمے لہجے میں بولی۔

“صدیاں گزارنا آسان ہے۔ لمحے گزارنا مشکل" وہ فلمی انداز میں بولا۔

“تو پھر کیوں نہ صدیاں گزار لی جائیں، وہ بھی ساتھ ساتھ؟” جواب غیر متوقع تھا جو فریدہ بیگم کی طرف سے آیا تھا۔ وہ بالکل اُس کے پیچھے کھڑی تھیں۔

احد بالکل خاموش ہو گیا اور مائرہ ہنسنے لگی۔ تھوڑی دیر میں مولوی صاحب آ گئے اور نکاح پڑھوانا شروع کیا۔

“قبول ہے۔” پہلی بار کہنے پر مائرہ کو اپنی گزری زندگی کے سارے حسین لمحے یاد آئے۔ جِس کا یہ آخری باب لکھا جا رہا تھا۔

“قبول ہے۔” اُس نے ماں کو دیکھا، وہ خوش لگ رہی تھیں۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

''قبول ہے۔"اُس نے تیسری بار کہنے کے بعد آنکھیں کھول کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ وہاں تو کچھ بھی نہیں بدلا تھا۔ سب لوگ ویسے ہی تھے مائرہ خود بھی۔ تو کون کہتا ہے کہ شادی کے بعد زندگی بدل جاتی ہے۔ یہاں تو کچھ نہ بدلا تھا، یا شاید کچھ بدلا تھا مگر وہ ابھی محسوس نہیں کر پا رہی تھی۔

''شادی"اُس نے زیرِ لب دُہرایا۔ ابھی تو صرف نکاح ہوا تھا۔ تو اس کی زندگی میں کیا بدلنا تھا؟ صرف یہی کہ اب وہ سہی معنوں میں اپنے ہی گھر مہمان رہ گئی تھی۔ اور اُس کی نئ زندگی کا پہلا باب شروع ہو چکا تھا۔

نِکاح کے بعد سب مہمان کھانا کھانے میں مصروف تھے اور وہ دونوں اب سٹیج پر اکیلے رہ گئے تھے۔ درمیان کی دیوار اب ہٹ چکی تھی۔ احد نے دیکھا کہ مائرہ خاموش سی، گُم سُم سی بیٹھی ہے۔

“مسزِ احد سُلطان آپ اِتنی گُم سُم سی کیوں بیٹھی ہیں؟، مجھے تو لگا تھا کہ یہ ہماری زِندگی کا خاص دِن ہے۔” اُس نے شرارتی انداز اور اپنائیت سے پوچھا۔ مائرہ نے چونک کر اُسے دیکھا اور پھر سر جُھکا لیا۔

“میں بس کچھ سوچ رہی تھی۔” اُس نے وضاحت دی۔

“میرے بارے میں؟” اُس نے تجسس سے پوچھا۔

“نہیں” اُس نے صاف اِنکار کیا اور احد کو دیکھ کر مُسکرا دی۔

“میں سوچ رہی تھی کہ زِندگی کتنی جلدی گزر جاتی ہے احد، کل تک میں مائرہ تھی، اور آج میں مسز احد بن چُکی ہوں۔” اُسے اپنے نام کی جگہ احد کا “مسز احد” اچھا نہیں لگا تھا۔

“زندگی اِتنی جلدی بھی نہیں گزرتی مِس مائرہ سُلطان۔ بس لوگوں پر اپنا حق جتانا آنا چاہیے آپ کو۔” مائرہ نے اُسکی بات پر ہلکی سی مسکراہٹ دی۔

“حق کہاں سے آ گیا بیچ میں؟” اُس نے نرمی سے پوچھا۔

“پہلے حق نہیں تھا، پر اب تین بار قبول ہے کہنے کے بعد سب کچھ بدل گیا ہے." احد نے کہا۔

نوولز کلب
Clubb of Quality Content

"حق کے ساتھ ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں احد۔" وہ اب بھی ہلکا سا مسکرا رہی تھی۔

"میں ذمہ داریاں نبھانا جانتا ہوں مائرہ، اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی ہر ذمہ داری کو نبھاؤں گا۔"

"وعدے کرنا آسان ہیں، نبھانے بہت مشکل۔ اس لیے وعدہ وہی کرنے چاہیے جو نبھا سکیں۔" اُس نے احد کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں وعدے نبھانے کا عادی ہوں مائرہ، اور تم بھی وقت کے ساتھ جان جاؤ گی" وہ بھی اُس سے نظریں نہیں ہٹا رہا تھا۔

"وقت بتائے گا۔"

"اور جب وقت بتائے گا تو تم جانو گی کہ یہ فیصلہ کتنا خوبصورت ہے۔"

"دیکھتے ہیں احد، یہ سفر کیسا گزرتا ہے۔"

"اگر ہمسفر تم جیسا ہو، تو سفر اچھا ہی گزرتا ہے۔" وہ ہمیشہ اُس کی آنکھوں میں جھانک کر ایسی بات کہا کرتا تھا جس سے وہ خود کو بہت خاص محسوس کرتی تھی۔

نکاح کو ہفتہ گزر چکا تھا۔ احد شہر سے باہر جا چُکا تھا۔ اس دوران اُن کی دو تین بار ملاقات ہوئی تھی۔ اب اُس کی واپسی کے بعد مائرہ کی رُخصتی ہو جانی تھی کیونکہ اب تو وہ ماں کو بھی تنہا چھوڑ کر نہیں جا رہی تھی۔ یہی ایک بات اُسے پریشان کرتی تھی کہ ماں تنہا ہو جائیں گی۔ ماں نے مائرہ کی بات کو تو جیسے ہوا میں ہی اُڑا دیا تھا مگر احد کے اِصرار پر اُن کے ساتھ رہنے کو مان گئیں۔ سب کچھ بہت اچھا جا رہا تھا۔ اب وہ مائرہ سے مائرہ سُلطان ہو چُکی تھی اور اُسے اپنا یہ نیا نام اچھا لگنے لگا تھا۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

"مائرہ، تم خوش ہو نا؟" وہ دونوں بیڈ پر لیٹی تھیں جب ماں نے اُس سے پوچھا۔

"ہاں، خوش بھی اور مطمئن بھی۔” وہ چھت کو دیکھ رہی تھی۔

"مطمئن تو میں بھی ہوں، احد اچھا لڑکا ہے۔” اُنہوں نے مائرہ کی طرف رُخ کیا۔

“ہمم۔۔۔” وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں بولی۔

"کب تک واپس آئے گا؟"

”ایک ہفتہ تو لگ ہی جائے گا"

”میں چاہتی ہوں کہ اُس کے آتے ہی تمہاری رُخصتی ہو جائے۔“

”ماں مجھے بہت نیند آ رہی ہے، گڈ نائیٹ۔"اُس نے رُخ دوسری جانب کر لیا۔

”بات سنو"اُنہوں نے پھر سے اُس کو پکارا۔

"اگر تمہارے ماموں کبھی زندگی میں تم سے ملنے آئیں تو اُنہیں معاف کر دینا۔"

”پہلی بات، وہ کبھی آئیں گے ہی نہیں، اور دوسری بات مجھے جتنی نفرت اُن سے ہے، اُتنی کسی سے نہیں۔ میں اُنہیں کبھی معاف نہیں کر سکتی۔ اُن کی وجہ سے آپ کو ایک بار ہارٹ اٹیک آ چکا ہے، اور آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ کبھی اُن سے رابطہ کرنے کی کوہشش نہیں کریں گی۔“ ایک اُمید تھی اُنہیں کہ اُن کا بھائی کبھی تو آئے گا۔ مائرہ نے وہ بھی راکھ کر دی۔

ناول کلب Clubb of Quality Content!

”جو دل نفرتوں کو پال لے، وہ محبتوں کو کھو دیتا ہے مائرہ۔ کبھی بھی اپنے دِل کو نفرتوں کا گھر نہ بنانا، اِس سے محبتوں کے راستے بند ہو جائیں گے۔“ ماں نے اُس کو نصیحت کی تھی۔

”آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں، وہ شخص میری نفرت بھی ڈیسروو نہیں کرتا۔“ اُس نے

بے دھیانی میں کہا۔ اب کی بار ماں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

“مائرہ" تھوڑی دیر بعد اُنہوں نے پھر پکارا۔

“جی امی۔” وہ بالکل سو رہی تھی۔

“یہ مت سمجھنا کہ تم مجھ پر بوجھ ہو۔ اس لیے تمہاری جلد از جلد شادی کروانا چاہتی ہوں۔ میں بس چاہتی ہوں کہ تم خوش رہو۔” رات کے اس پہر اُنہیں یہ سب یاد آ رہا تھا۔

“جانتی ہوں امی" اُس نے رُخ موڑ کر اُن کی پیشانی کو چوما۔

"اور اب آپ سو جائیں، ٹائم کافی ہو گیا ہے ورنہ صبح فجر کیلئے اُٹھا نہیں جائے گا۔”

“میں سونا نہیں چاہتی، میں تم سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"کل کریں گے نا امی، ابھی مجھے بہت نیند آ رہی ہے۔ آپ بھی سو جائیں۔” اُس نے پھر سے رُخ دوسری جانب کر لیا۔ اُس کے بعد ماں نے کچھ نہیں کہا اور وہ سو گئی۔

حسب معمول اُس کی آنکھ صبح 5 بجے کھل گئی تھی۔ اُس نے اپنی دائیں جانب دیکھا، ماں ابھی تک سو رہی تھیں۔

"شاید رات کو لیٹ سوئی ہوں گی" اُس نے سوچا اور اُٹھ کر باہر آ گئی۔ آ کر وضو کیا اور فجر کی نماز پڑھی پھر کسی خیال کے تحت وہیں بیٹھی رہی۔ تھوڑی دیر بعد اندر آئی تو ماں ابھی تک سو رہی تھیں، اس کا دل چاہا کہ اُن کو نہ اُٹھائے مگر سورج طلوع ہونے میں تھوڑا وقت ہی رہ گیا تھا، اور پھر ماں ناراض ہوں گی کہ مجھے فجر کیلئے اُٹھایا کیوں نہیں۔

"ماں، اُٹھ جائیں فجر کا وقت گزر رہا ہے" اُس نے کافی بار پکارا مگر شاید وہ گہری نیند میں تھیں۔ اُس نے آ کر انہیں ہلانا چاہا۔ مگر جیسے ہی ہاتھ لگایا تو وہ بالکل سرد تھیں، برف کی طرح سرد۔ مائرہ کے حلق سے بے ساختہ چیخ نکلی۔ وہ اُنہیں اُٹھانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اُنہیں تنہا گاڑی تک لے جانا مشکل تھا۔ وہ فوراً باہر کو بھاگی، ساتھ والے گھر کے دروازے پر چوکیدار کو پکارا۔ اُس کی آواز سن کر وہ بھی اُس کی طرف دوڑا، دونوں نے مل کر ماں کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹایا۔ اور وہ جتنی تیز گاڑی چلا سکتی تھی چلائی اور قریبی ہسپتال لے گئی۔

سب کچھ سلو موشن میں ہو رہا تھا۔ لوگ اسٹریچر دھکیل رہے تھے۔ پھر اُنہوں نے ماں کو اُس پر لٹایا۔ ڈاکٹر بھاگ کر کمرے کی طرف جاتا دِکھ رہا تھا، اور مائرہ وہاں تنہا کھڑی تھی۔ جو ایک رشتہ اُس کا تھا وہ زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا، اور دوسرا؟ دوسرا رشتہ بھی تو تھا اُس کا مگر وہ کہاں تھا؟ کتنے کلو میٹر دور، اس وقت وہ چین کی نیند سو رہا ہو گا۔ مگر، مگر فریدہ بیگم تو یہیں تھیں۔ اُس نے اُن کو کال کی اور کچھ ہی دیر میں آنے کا کہہ کر اُنہوں نے فون رکھ دیا ہے۔ احد نے کہا تھا کہ صدیاں گزارنا آسان ہے، لمحے گزارنا مشکل۔ اُس کی مذاق میں کی گئی بات اس وقت مائرہ شدت سے محسوس کر رہی تھی۔ 5 منٹ گزرے تھے یا 5 صدیاں، وہ کچھ اندازہ نہ کر سکی۔ اُس کے دل و دماغ میں صرف ایک ہی دعا گونج رہی تھی۔

ناول کلب Clubb of Quality Content

"یا اللہ، میری ماں کو بچا لو۔"

جب ڈاکٹر باہر آتا دکھائی دیا تو مائرہ فوراً اُس کی طرف لپکی۔

"ڈاکٹر میری ماں کیسی ہیں؟" کاش کہ وہ ایک بار کہہ دے کہ وہ ٹھیک ہیں۔

A cardiac arrest happened to her while " sleeping“(یہ وہ حالت ہوتی ہے جب سوتے سوتے ہی انسان کا دل دھڑکنا بند ہو جائے)

"کیا وہ ٹھیک ہو جائیں گی؟" چاہتی تھی کہ وہ ڈاکٹر کا جواب سُن ہی نہ سکے۔

"She was already dead" اتنا کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔

مائرہ ایک دم زمین پر گر گئی آس پاس کی آوازیں دُھندلا گئی۔ سب کچھ خاموش ہو گیا۔

کاش کہ یہی سُننے کی حِس کچھ سیکنڈ پہلے چلی جاتی۔

نرس اسٹریچر دھکیل کر باہر لا رہی تھی۔ وہ اس نرس کو روکنا چاہتی تھی کہ اُس کی ماں کو اس کے پاس ہی رہنے دے۔ مگر اُس کی آواز حلق سے نہیں نِکل رہی تھی۔ وہ اسٹریچر کو روکنا چاہ رہی تھی۔ اُس نے کوشش بھی کی، مگر اُس کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔ اُس کو اندھیرے کے سِوا کچھ نہیں دِکھ رہا تھا، اور وہ وہی بے ہوش ہو گئی۔ وہ ماں کو دھکیل کر کہاں لے جا رہے تھے وہ نہیں جانتی تھی اور ماں۔ وہ تو ہر فکر، ہر پریشانی سے آزاد ہو چکی تھیں۔

"میں سونا نہیں چاہتی۔" وہ سونا نہیں چاہتی تھیں مگر مائرہ نے اُن کو سلایا تھا، کاش کہ وہ سوتی ہی نہ، کاش وہ لمحہ ٹَل جاتا۔۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

جو ہوتا ہے، وہ ہونا ہی ہوتا ہے۔ مائرہ کو یہ سمجھنے میں کافی وقت لگا تھا۔

جاری ہے۔۔۔

Instagram : @raqs.e_alfaz

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842